شمارہ نمبر 27

اپریل 2026ء

لجنہ اماء اللہ

عائشہ

سوئٹزرلینڈ

والدین کی اطاعت اور احترام

رَبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

سورۃ بنی اسرائیل: 25

اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے
بچپن میں میری تربیت کی۔

تربیتِ اولاد کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیمتی نصائح

تین بنیادی عادات

”محنت کی عادت، سچ کی عادت اور نماز کی عادت ان (بچوں) میں پیدا ہو جائے۔ اگر یہ تین عادتیں ان میں پیدا کر دی جائیں تو یقیناً جوانی میں ایسے بچے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ پس بچوں میں محنت کی عادت پیدا کی جائے، سچ بولنے کی عادت پیدا کی جائے اور نمازوں کی باقاعدگی کی عادت پیدا کی جائے۔ نماز کے بغیر اسلام کوئی چیز نہیں۔ اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں اسلامی روح قائم رکھے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کے ہر بچہ کو نماز کی عادت ڈالے۔“

(مشعلِ راہ جلد چہارم ص 61، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ششماہی عائشہ میگزین

لجنہ اماء اللہ سوئٹزرلینڈ کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلہ

اپریل 2026ء، شمارہ نمبر 27

فہرست مضامین

✵	قرآن کریم	3
✵	حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	4
✵	ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	5
✵	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ	6
✵	فرمانبرداری والدین کے بارے میں قرآنی تعلیمات اور انبیاء علیہ السلام کا اسوہ	11
✵	جدید انفرادی معاشرے میں والدین کی اطاعت اور احترام	14
✵	والد کے حقوق اور تربیت میں ان کا بنیادی کردار	16
✵	دور رہ کر والدین سے مضبوط تعلق قائم رکھنا	21
✵	میرے والدین کے ساتھ میری بہترین یاد	23
✵	لطیفے اور دلچسپ پہیلیاں	25

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ششماہی عائشہ میگزین

لجنہ اماء اللہ سوئٹزر لینڈ کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلہ

اپریل 2026ء، شمارہ نمبر 27

عائشہ ٹیم

زیرِ نگرانی	محترمہ ڈاکٹر زیتون قاضی صاحبہ، نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ سوئٹزر لینڈ
مدیرہ جرمن حصّہ	محترمہ عائشہ احمد محمود صاحبہ
مدیرہ اردو حصّہ	محترمہ شوکت کھوکھر صاحبہ
کتابت اور ڈیزائن	محترمہ عابدہ رفیق کاظمی صاحبہ محترمہ عائشہ احمد محمود صاحبہ
ترجمانی	محترمہ قراۃ العین باجوہ صاحبہ
پروف ریڈنگ اردو حصّہ	محترمہ شوکت کھوکھر صاحبہ محترمہ قدسیہ میاں صاحبہ
پروف ریڈنگ جرمن حصّہ	محترمہ شانین خان صاحبہ
فائنل پروف ریڈنگ	مکرم و محترم عبد الوہاب طیب صاحب، مربی سلسلہ عالیہ جماعت احمدیہ سوئٹزر لینڈ مکرم و محترم فہیم احمد خان صاحب، مربی سلسلہ عالیہ جماعت احمدیہ سوئٹزر لینڈ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ
وَلِوَالِدَیۡکَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ-وَاِنۡ جَاہَدٰکَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ۙ
فَلَا تُطِعۡہُمَا وَصَاحِبۡہُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ
ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ- (سورۃ لقمٰن،16-15)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اُس کی ماں نے اُسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں (بھی) تجھ سے جھگڑا کریں کہ تُو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ اور اُن دونوں کے ساتھ دنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھ اور اس کے رستے کی اِتّباع کر جو میری طرف جھکا۔ پھر میری طرف ہی تمہارا لوٹ کر آنا ہے پھر میں تمہیں اُس سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے رہے ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بِارَكْ وَ سَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

406۔ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ، قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا

(ابو داؤد کتاب الادب. ابواب النوم. باب فی بر الوالدین 5142)

حضرت ابو اسید الساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے لئے کر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ تم ان کے لئے دعائیں کرو، ان کے لئے بخشش طلب کرو، انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کو۔ ان کے عزیز واقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت واکرام کے ساتھ پیش آؤ۔

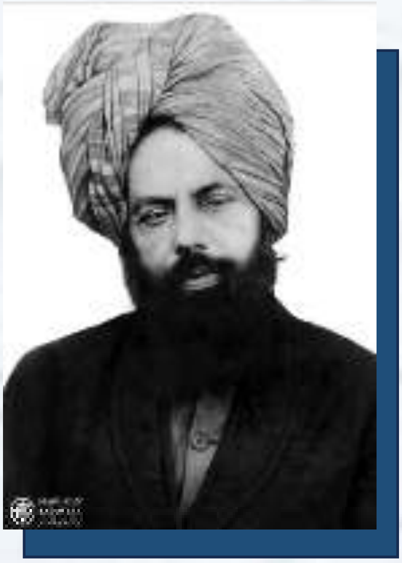

کلام الامام امام الکلام

فرمان حضرت مسیح موعودؑ

”دین کی جڑ اس میں ہے کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو۔ دراصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے کہ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی اولاد کی وجہ سے جیل خانوں میں جاتے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اولاد کی شرارت کے سبب پابہ زنجیر تھا۔ اولاد کو مہمان سمجھنا چاہئے اس کی خاطر داری کرنی چاہئے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہئے۔ مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہئے اولاد کیا بنا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ 90 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرماتے ہیں

”اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مر جانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا شریک بن جاتی ہے۔ بعض لوگ اولاد کے سبب سے دہریہ ملحد اور بے ایمان بن جاتے ہیں۔ بعضوں کے بیٹے عیسائی بن جاتے ہیں تو وہ بھی اولاد کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں۔ بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں تو وہ ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ جب کسی پر صدمہ سخت ہو اور وہ صبر کرے تو جتنا صدمہ ہو اتنا ہی اس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے۔ وہ انسان کو اس واسطے تکلیف نہیں پہنچاتا کہ وہ تکلیف اُٹھا کر دین سے الگ ہو جائے بلکہ تکالیف اس واسطے آتی ہیں کہ انسان آگے قدم بڑھائے۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ 84-85 ایڈیشن 1984ء)

اس مضمون کو ایک اور موقع پر اپنی اولاد کے حوالے سے یوں بیان فرمایا ہے۔

”ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔“

(ملفوظات جلد9 صفحہ 409)

فرمان خلیفہ وقت

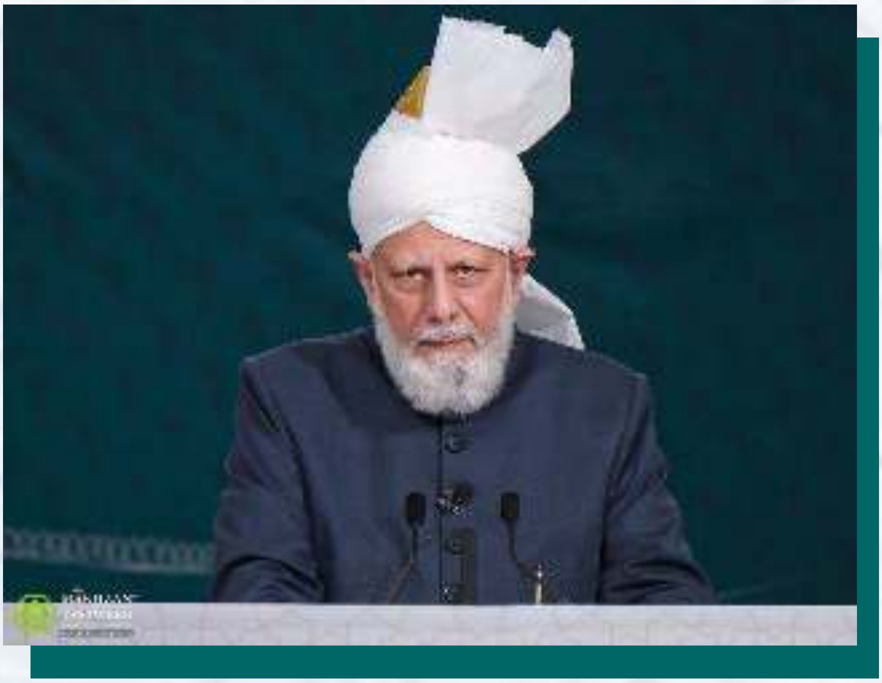

والدین کے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو کوئی دکھ نہ پہنچے

خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء

فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

{وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا }

(بنی اسرآئیل: ۲۵،۲۴)

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں بڑی تاکید فرمائی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکیں۔ یا شرک کی تعلیم دیں۔ اس کے علاوہ ہر بات میں ان کی اطاعت کا حکم ہے۔ اور یہ حکم اس لئے ہے کہ جو خدمت انہوں نے بچپن میں ہماری کی ہے اس کا بدلہ تو ہم نہیں اتار سکتے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور بڑھاپے کی اس عمر میں بھی ان کو ہماری طرف سے کسی قسم کا کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خدمت اور دعا کے باوجود یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کی بہت خدمت کر لی اور ان کا حق ادا ہو گیا۔ اس کے باوجود بچے جو ہیں اس قابل نہیں کہ والدین کا وہ احسان اتار سکیں جو انہوں نے بچپن میں ان پر کیا۔

اس ضمن میں جو دو آیات مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس آیت میں سب سے پہلے یہ بات بیان فرمائی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور وہ خدا جس نے تمہیں اس دنیا میں بھیجا اور تمہیں بھیجنے سے پہلے قسما قسم کی تمہاری ضروریات کا خیال رکھا اور اس کا انتظام بھی کر دیا۔ اور پھر یہ کہ اس کی عبادت کر کے اور اس کا شکر ادا کر کے تم اس کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے اور سب سے بڑا فضل جو اس نے ہم پر کیا وہ یہ ہے کہ تمہیں ماں باپ دئے جنہوں نے تمہاری پرورش کی، بچپن میں تمہاری بے انتہاء خدمت کی، راتوں کو جاگ جاگ کر تمہیں اپنے سینے سے لگایا۔ تمہاری بیماری اور بے چینی میں تمہاری ماں نے بے چینی اور کرب کی راتیں گزاریں، اپنی نیندوں کو قربان کیا، تمہاری گندگیوں کو صاف کیا۔ غرض کہ کون سی خدمت اور قربانی ہے جو تمہاری ماں نے تمہارے لئے نہیں کی۔ اس لئے آج جب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تم منہ پرے کر کے گزر نہ جاؤ، اپنی دنیا الگ نہ بساؤ اور یہ نہ ہو کہ تم ان کی فکر تک نہ کرو۔ اور اگر وہ اپنی ضرورت کے لئے تمہیں کہیں تو تم انہیں جھڑکنے لگ جاؤ۔ فرمایا : نہیں، بلکہ وہ وقت یاد کرو جب تمہاری ماں نے تکالیف اٹھا کر تمہاری پیدائش کے تمام مراحل طے کئے۔ پھر جب تم کسی قسم کی کوئی طاقت نہ رکھتے تھے، تمہیں پالا پوسا، تمہاری جائز وناجائز ضرورت کو پورا کیا۔ اور آج اگر وہ ایسی عمر کو پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو ایک لحاظ سے ان کی اب بچپن کی عمر ہے، کیونکہ بڑھاپے کی عمر بھی بچپن سے مشابہ ہی ہے۔ ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے۔ اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے۔ اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔ اور سب سے زیادہ خدمت کی مثال اگر دنیا میں موجود ہے تو وہ ماں کی بچے کے لئے خدمت ہی ہے۔ اب یہاں رہنے والے، مغرب کی سوچ رکھنے والے، بلکہ ہمارے ملکوں میں بھی، برصغیر میں بھی، بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتے، ایک

بوجھ سمجھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جماعت ایسے بوڑھوں کے مراکز کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروادئے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں، بیوی بھی کام کرتی ہے، بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بوڑھے والدین کی وجہ سے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے ہیں، اس لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ کچھ خوف خدا کرنا چاہئے۔ قرآن تو کہتاہے کہ ان کی عزت کرو، ان کا احترام کرو اور اس عمر میں اُن پر رحم کے پر جھکا دو۔ جس طرح بچپن میں انہوں نے ہر مصیبت جھیل کر تمہیں اپنے پروں میں لپیٹے رکھا۔ تمہیں اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مائیں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں۔ اب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو کہتے ہو کہ ان کو جماعت سنبھالے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنبھالتی ہے لیکن ایسے بوڑھوں کو جن کی اولاد نہ ہو یا جن کے کوئی اور عزیز رشتے دار نہ ہوں۔ لیکن جن کے اپنے بچے سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ والدین کو سنبھالیں۔ تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو اپنی طبیعتوں کو، اپنی سوچوں کو تبدیل کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ جب تک والدین سے فائدہ اٹھاتے رہے، اٹھالیا، مکان اور جائیدادیں اپنے نام کروالیں، اب ان کو پرے پھینک دو۔ کسی احمدی کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تو اسلام کی بھلائی ہوئی تعلیم کو دوبارہ دنیا میں رائج کرنے کے لئے تشریف لائے تھے، اس کے حُسن کی چمک دنیا کو دکھانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ اس کے خلاف عمل کروانے کے لئے۔

اب ماں باپ کے حقوق اور ان سے سلوک کے بارہ میں چند روایات پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ کر اٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لئے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لئے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے سرانجام دئے ہیں تو کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا“۔ اس آدمی نے پوچھا: ”کیوں“۔ آپؐ نے فرمایا: ”اس لئے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں اس تمنا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہو مگر تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ وہ چند دن کی مہمان ہے۔ (الوعی، العدد ۵۸، السنۃ الخامسۃ)

اب عام آدمی خیال کرتا ہے کہ اتنی تکلیف اٹھا کر مَیں نے جو سب کچھ کیا تو مَیں نے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ لیکن آپؐ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

”۔۔۔“اب خدمت صرف حقیقی والدین کی نہیں ہے بلکہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ تو یہ ہے کہ اپنی رضاعی والدہ کی بھی ضرورت کے وقت زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی ہے۔ اور اس کوشش میں لگے رہنا ہے کہ کسی طرح مَیں حق ادا کروں۔ اور یہاں اس روایت میں ہے کہ مال چونکہ حضرت خدیجہ کا تھا، وہ بڑی امیر عورت تھیں اور گو کہ آپ نے اپنا تمام مال آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دیا تھا، آپ کے تصرف میں دے دیا تھا، آپ کو اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں لیکن پھر بھی حضرت خدیجہ سے مشورہ کیا اور ہمیں ایک اور سبق بھی دے دیا۔ بعض لوگ اپنی بیویوں کا مال ویسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے تصرف میں نہیں بھی ہوتا ان کے لئے بھی سبق ہے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت ابو طفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جِعْرَانہ میں دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی تو حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے جس کی حضورؐ اس قدر عزت افزائی فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضور ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔

(ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی بر الوالدین)

ایک بار حضورؐ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔ حضورؐ نے ان کے لئے چادر کا ایک پلّو بچھا دیا۔ پھر آپ کی رضاعی ماں آئیں تو آپؐ نے دوسرا پلّو بچھا دیا۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ (سنن ابو داؤد کتاب الادب باب برالوالدین)۔ پوری کی پوری چادر اپنے رضاعی رشتہ داروں کے لئے دے دی اور آپؐ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ تو یہ عزت اور احترام اور تکریم ہے جس کا نمونہ آپ ﷺ نے پیش فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ رضاعی والدین کا احترام فرما رہے ہیں بلکہ جب رضاعی بھائی آتا ہے تو اس کے لئے بھی خاص اہتمام سے جگہ خالی کر رہے ہیں۔ اور یہ تمام عزت واحترام اس لئے ہے کہ آپؐ نے جس عورت کا کچھ عرصہ دودھ پیا تھا دوسرے لوگ بھی اس کی طرف منسوب ہیں، اس کے عزیز ہیں۔ آج کل تو بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ قریبی عزیز بھی آجائیں تو بچے اگر کرسیوں پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے رہتے ہیں، کوئی جگہ خالی نہیں کرتا۔ اور ان بچوں کے بڑے بھی یہ نہیں کہتے کہ اٹھو بچو، بڑے آئے ہیں ان کے لئے جگہ خالی کر دو۔ تو یہ مثالیں صرف قصے کہانیوں کے لئے نہیں دی جاتیں بلکہ اس لئے ہوتی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ یہ حسین تعلیم ہمارے لئے عمل کرنے کے لئے ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، مٹی میں ملے اس کی ناک۔ مٹی میں ملے اس کی ناک (یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے) لوگوں نے عرض کیا کہ حضور کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (مسلم۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب رغم انف من ادرک ابویہ)

تو یہ دیکھیں کس قدر ڈرایا گیا ہے، آپ نے کس طرح بیزاری کا اظہار فرمایا ہے بلکہ ایک طرح سے لعنت ہی ڈالی گئی ہے ایسے شخص پر کہ جنت میں جانے کے مواقع ملنے کے باوجود ان سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ تم پر پھٹکار ہو خدا کی۔ اللہ تعالیٰ تمام ایسے بگڑے ہوؤں کو جو اپنے ماں باپ سے بدسلوکی کرتے ہیں راہ راست پر لائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے ماں باپ سے اس طرح بدسلوکی کرتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ ...... جیسا کہ فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

"۔۔۔"

اور پھر فرماتے ہیں:

"{وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا} (الدھر: ۹) اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے۔ اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کی خدمت کے رنگ میں ہوتی ہے اور اسی طرح اولاد جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اس کی تربیت اور پرورش کے سامان نہ کرتے تو وہ گویا یتیم ہی ہے۔ پس ان کی خبر گیری اور پرورش کا تہیہ اس اصول پر کرے تو ثواب ہو گا۔" (ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ نمبر ۱۵۹۹ الحکم ۱۰ / مارچ ۱۹۰۴ء)

اس بات سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صدقہ کے طور پر ماں باپ کی خدمت کرنی ہے بلکہ بڑھاپے کی حالت میں وہ مسکینی کے زمرے میں آتے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے لیکن تمہارے فرائض میں داخل ہے کہ ان کی خدمت کرو۔ کیونکہ تمہاری جو حالت بچپن میں تھی وہ یتیمی کی حالت تھی۔ والدین نے تمہیں یتیم سمجھ کے تو نہیں پالا پوسا بلکہ ایک محبت کے جذبے کے ساتھ تمہاری خدمت کی ہے۔ آج وقت ہے کہ اسی محبت اور اسی جذبے سے تم بھی والدین کی خدمت کرو۔ پھر والدین کے حق میں دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ جس طرح باپ کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے اور جس طرح ہر قدم پر ماں باپ

کی دعائیں بچوں کے کام آ رہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی دعائیں بھی ماں باپ کے حق میں قبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔

"۔۔۔"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"{فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا} یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر کہ جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔ اور اسی کی طرف ہی دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔ {وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا} یعنی تیرے رب نے چاہا کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔...... اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو۔ کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں۔ اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور وہ جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱۴،۲۰۱۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور والدین کی خدمت کرنے والے اور ان سے حسن سلوک کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہوں پر ہمیں چلائے۔

والدین کے لئے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو کوئی دکھ نہ پہنچے۔ خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء – جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر

فرمانبرداری والدین کے بارے میں قرآنی تعلیمات
اور انبیاء علیہ السلام کا اسوہ

محترمہ منصورہ شمیم صاحبہ، مجلس جنیوا

اصطلاحِ عام میں استعمال ہونے والے الفاظ اولاد، ولادت، میلاد، تولید اور والدین سب کا ماخذ "و ل د" ہے۔ خدا تعالیٰ کے تخلیق کردہ نر اور مادہ جوڑے کے تولیدی عمل سے گزرنے کے نتیجہ میں اولاد کی ولادت ہوتی ہے اور تخلیقی عمل سے گزرنے والا جوڑا "والدین" کہلاتا ہے۔ والدین نہ صرف اولاد کی پیدائش بلکہ اس کی دینی اور دنیاوی تربیت کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جب تک والدین میں ہمت اور سکت قائم رہتی ہے وہ اپنی استعداد سے بڑھ کر اپنی اولاد کو آرام پہنچانے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ والدین جو اپنی اولاد کے فرائض کی ادائیگی کے لیے، اپنی ذات کو پسِ پشت ڈال کر اپنے دن کا بیشتر حصہ محنت، مزدوری میں صرف کرتے اور اپنی راتوں کے آرام کو قربان کرتے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے ان والدین کے اپنی اولاد پر کوئی حقوق مقرر فرمائے ہیں؟

والدین اور ان کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں الگ الگ مقامات پر والدین کا لفظ سات بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں درج ذیل چار مقامات پر اپنی عبادت، اور اپنے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کے احکامات کے معاً بعد والدین سے احسان کرنے کا حکم فرماتا ہے۔

لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔
(البقرہ: آیت ۸۴)

وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔ اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ (النساء: آیت ۳۷)

اَلَّا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔

یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ۔ (الانعام: آیت ۱۵۲)

اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔

تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔
(بنی اسرائیل: آیت ۲۴)

ان آیات کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں والدین کے حقوق کی ادائیگی کو باقی تمام حقوق پر ترجیح دی گئی ہے۔ اس امر کی وضاحت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔۔۔ اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں۔"
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

مزید فرمایا: "والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اُس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔"
(ملفوظات جلد ۴، صفحہ ۲۸۹)

اس مضمون کی تشریح میں حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ خالق ہے اس لیے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور

جوابًا ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسانات کا خیال کرے گا یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۷ا فروری ۱۹۹۷: الفضل انٹرنیشنل ۷ مارچ ۱۹۹۷)

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کی ان تمام آیات میں والدین کے ساتھ "احسان" کا حکم دیا گیا ہے ادائیگی فرض کا نہیں اور احسان بظاہر ضروری نہیں ہوا کرتا ۔فرض کی ادئیگی پہلے ہوا کرتی ہے اور احسان بعد میں آتا ہے۔ اگر فرض ادا نہ ہو تو احسان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک والدین کا تعلق ہے محض ذمہ داریاں پوری کرنا کافی نہیں ہے۔ ان کے ساتھ احسان کا سلوک ہونا ضروری ہے۔(جنّت کا دروازہ: شائع کردہ لجنہ اماء اللہ)

احسان کی وضاحت "ایصالِ خیر" کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی (روحانی خزائن، جلد ۱۰، صفحہ ۳۵۱-۳۵۸) میں فرمائی ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

ایصالِ خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان، یا اپنے ہاتھ یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزّت کو فائدہ پہنچا سکے۔ درجات کی ترتیب میں پہلا خلق عفو یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا، دوسرا عدل یعنی نیکی کے مقابل پر نیکی کرنا اور تیسرا احسان ہے۔ احسان ایصالِ خیر کا آخری درجہ ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں۔ اس درجے میں انسان شکر گزاری کی توقع نہیں رکھتا محض ہمدردی کے جوش سے نیکی کرتا ہے۔ اور ہمدردی کے اس جوش کی مثال ماں کے ان جذبات سے دی گئی ہے جن کے تحت وہ اپنی اولاد کی پرورش کرتی ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے والدین کے ساتھ ایصالِ خیر کے ضمن میں سب سے بہترین اور اعلیٰ درجہ کے سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔

خدمتِ والدین کے ضمن میں انبیاء علیہ السلام کے پاکیزہ نمونے ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا والد کی خواب پوری کرنے کے لیے گردن کٹوانے کے لیے تیار ہونا، والد کی اطاعت اور پھر اس کا عظیم الشان اجر ملنے کی بے نظیر مثال ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کے ساتھ جو حسن سلوک فرمایا اس کے بارے میں خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"پس جب وہ یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے قریب جگہ دی اور کہا کہ اگر اللہ چاہے تو مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ اور اس نے اپنے والدین کو عزت کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کی خاطر سجدہ ریز ہو گئے۔" (سورت یوسف: آیت ۱۰۱، ۱۰۰)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں آتا ہے:

" اور اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرنے والا تھا اور ہر گز سخت گیر (اور) نافرمان نہیں تھا۔" (سورت مریم: آیت ۱۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی والدہ سے محبت کا ذکر یوں ملتا ہے:

" اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا۔" (سورت مریم: آیت ۳۳)

والدین کی خدمت کو کمال تک پہنچانے والا وجود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا تھا۔ آپ نے نہ صرف اس بارہ میں جامع احکامات دیئے بلکہ ایسے عملی نمونے پیش فرمائے جو تمام اقوام کے لیے ہر زمانہ میں مشعلِ راہ ہیں۔ آنحضور ﷺ کے والد محترم تو آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اور آپ ﷺ چھ سال کے تھے کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ بھی رحلت فرما گئیں۔ اس طرح حضور ﷺ کو تقدیر الٰہی کے ماتحت والدین کی براہ راست خدمت کا موقع تو نہیں ملا مگر ان کیلئے آپ ﷺ کے دل میں محبت کے بے پناہ جذبات تھے۔ جن کے ماتحت آپ ﷺ مسلسل درد سے ان کے لئے دعائیں کرتے رہے مگر ان کی خدمت کے جذبہ کی تسکین آپ ﷺ نے رضاعی والدین کی خدمت کر کے حاصل کی۔ ایک بار حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد آئے۔ حضور ﷺ نے ان کیلئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں تو آپ ﷺ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔

الغرض ماں باپ اس زمین پر خدا کی ربوبیت کے مظہر ہیں ان کی خدمت اور اطاعت سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان کی دعائیں آسمان پر مقبول ہیں۔ وہ زمین پر انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا خدا نے واجب قرار دیا ہے۔ (جنّت کا دروازہ: شائع کردہ لجنہ اماء اللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"جو شخص اپنے ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا اور امور معرفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح: روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

اس احسن تعلق کے ساتھ ساتھ والدین کے حق میں ایک دعا بھی قرآنِ کریم نے بطورِ احسان سکھائی ہے۔ اس دعا کے بارے میں حضرت خلیفتہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ والدین کیلئے یہ بھی دعا کرو۔

رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا

(سورہ بنی اسرائیل: آیت ۲۵)

کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما۔ جس طرح یہ لوگ میرے بچپن میں مجھ پر رحم کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے رحم کرتے ہوئے میری پرورش کی تھی۔ یہ دعا صرف زندگی کی دعا نہیں ہے بلکہ والدین کی وفات کے بعد بھی اُن کے درجات کی بلندی کے لئے دعا ہو سکتی ہے۔ یعنی ایک تو زندگی میں دعا ہے کہ جو ہماری طرف سے کمی رہ گئی ہے اُس کمی کو اس دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے اور اپنے خاص رحم میں رکھے۔ دوسرے اس رحم کا سلسلہ اگلے جہان تک بھی جاری رہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا رہے۔ (خطبہ جمعہ ۲۶ جولائی ۲۰۱۳)

قرآن کریم ہمیں جلیل القدر انبیاء کی والدین کے حق میں کی گئی دعائیں بھی سکھاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالی سے خود اپنے آپ پر اور اپنے والدین پر کیے گئے انعامات کا شکر کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔

رَبِّ اَوۡزِعۡنِيۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِيۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ۔

اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی۔ (سورہ النمل: آیت ۲۰)

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی اور اپنے والدین کی مغفرت طلب کر کے امتِ مسلمہ کو اس کی تعلیم دی ہے۔

رَبِّ اغۡفِرۡ لِيۡ وَلِوَالِدَيَّ۔

اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی۔

(سورہ نوح: آیت ۲۹)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا تو ہر مسلمان پانچ وقت اپنی نماز کی دعاؤں میں کئی بار پڑھتا ہے۔

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِيۡ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۔

(سورہ ابراہیم: آیت ۴۲)

اے ہمارے ربّ! مجھے بخشش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔

خدا کرے کہ ہم کبھی بھی اپنے والدین سے حسن سلوک کے معاملے میں کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے احکامات اور انبیاء کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

جدید انفرادی معاشرے میں والدین کی اطاعت اور احترام

محترمہ نفیسہ ابرار صاحبہ، مجلس زیورک حلقہ ناصر

اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 24 میں فرماتا ہے۔

اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزّت کرے۔ اویسؓ قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف مُنہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں، مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیحؑ کو۔"

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 195، ایڈیشن 1988)

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب کی والدہ محترمہ قادیان تشریف لائی ہوئی تھی حضرت مولوی صاحب نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا:

والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔

والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے۔ کیونکہ والدہ بچے کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ نمبر ۲۸۹، ۲۹۰ بدر یکم جون ۱۹۰۵ء)

والدین کی اطاعت روحانی برکتیں اس طرح لاتی ہے کہ یہ اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے والدین کی دعا ملنے سے دنیا اور آخرت میں آسانی جنت کا حصول اولاد کے لیے رحمت اور سکون و قلب شامل ہے۔ جو اطاعت اور حسن سلوک سے حاصل ہوتی ہے جس سے رزق میں برکت خوشیاں اطمینان ملتا ہے۔

والدین کی اطاعت کو اللہ نے اپنی عبادت کے ساتھ جوڑ دیا ہے جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔

احادیث کے مطابق والدین کی خدمت اور اطاعت سے جنت میں داخلے کے راستے کھلتے ہیں۔ والدین کی دعا اولاد کے لیے بہت کارآمد ہوتی ہے۔ اور ان کی رضا سے زندگی میں مشکلات کم ہوتی ہیں اور آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے اولاد کو بھی نیکی کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

آج ہم ایک ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں آزادی خود مختاری اور انفرادیت کو زندگی کی سب سے بڑی قدر سمجھا جاتا ہے۔ آج کے ماحول میں یہ ایک حقیقی چیلنج ہے۔ نوجوانوں کو یہ سکھایا جارہا ہے کہ تم خود اپنے لیے کافی ہو اور تم کسی کے پابند نہیں۔

جب کہ اسی ماحول میں ہم اسلام کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو کہ ہمیں اطاعت والدین ادب اور فرمانبرداری کا پیغام دیتا ہے۔

کیا یہ دونوں تصورات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں؟ یا اسلام نے ہمیں ان کے درمیان کوئی متوازن راستہ دیا ہے۔

اسلام اندھی اطاعت نہیں سکھاتا بلکہ باشعور اطاعت سکھاتا ہے۔

جہاں والدین کی بات دین اخلاق یا واضح نقصان کے خلاف نہ ہو اطاعت میں برکت ہے۔ اپنی رائے رکھنا بے ادبی نہیں اگر انداز نرم اور ادب والا ہو۔ بچوں کو اطاعت کو عبادت کے طور پر سمجھانا چاہیے نہ کہ دباؤ کے طور پر۔ بچوں کو یہ نہ کہیں کہ ہم والدین ہیں اس لیے ہماری بات ماننا فرض ہے۔ بلکہ یوں کہیں کہ اللہ نے ہمیں تمہارے لیے ذریعہ بنایا ہے۔ ہماری بات ماننا اللہ کو خوش کرتا ہے۔

والدین خود عملی نمونہ بنیں، بچے وہی کرتے ہیں جو وہ دیکھتے ہیں۔ والدین ایک دوسرے سے بدتمیزی کریں گے تو بچہ بھی وہی کرے گا۔

بچوں کو سوال کرنے کی اجازت دیں۔ اطاعت کا مطلب خاموش روبوٹ نہیں ہے۔ اختلاف رائے کو بے ادبی نہ سمجھیں دلیل سے بات کریں۔

چھوٹی عمر میں ادب اور بڑی عمر میں مکالمہ کریں۔ بچوں کو فیصلوں میں شامل کریں ان کو اعتماد دیں اور ان کو ذمہ داری سونپیں۔

اگر بالغ بچے کو صرف حکم ملے گا تو بغاوت بڑھے گی۔ بچوں کو سکھائیں کہ غلط بات پر ادب کے ساتھ انکار کیسے کرتے ہیں۔ یہ توازن بچے کو نفسیاتی طور پر مضبوط بناتا ہے۔ تربیت صرف باتوں سے نہیں دعاؤں سے بھی ہوتی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے تھے۔

”اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز پر قائم کرنے والا بنا۔“

بچوں کے سامنے دعا کریں۔ اور کبھی اونچی آواز سے بھی دعا کریں اس طرح بچے لاشعوری طور پر دین سے جڑ جاتے ہیں۔

اسی طرح محبت کے بغیر اطاعت نہیں ہو سکتی۔ اور حد سے زیادہ محبت بگاڑ دیتی ہے بچے کو۔

آج کے دور میں بچوں کو اطاعت سکھانے کا مطلب نہیں کہ ان کو دبایا جائے بلکہ ایسا انسان بنایا جائے جو ادب کرنا جانتا ہو۔

بعض دفعہ والدین کے کردار میں کمزوری ہوتی ہے یہ تلخ حقیقت ہے۔ مگر یہ ضروری ہے بعض والدین حکم تو دیتے ہیں رہنمائی نہیں کرتے۔ جذباتی دباؤ، موازنہ، اور طعنہ اس قسم کے رویوں کا اب دور نہیں۔ کیونکہ بچہ اطاعت کو محبت نہیں کنٹرول سمجھنے لگتا ہے۔

دین کی تعلیم دینا ایک جذباتی عمل نہیں بلکہ ایک معلوماتی عمل ہونا چاہیے۔ دین کی تعلیم کو صرف سنایا نہیں بلکہ سمجھایا بھی جانا چاہیے اور اسے محسوس بھی کرانا چاہیے۔ اطاعت والدین کو فرض تو کہا جاتا ہے۔ لیکن بچوں کو اس کی حکمت برکت اور روحانی اثر بھی بتانا چاہیے۔

آج کے دور میں یہ سوشل میڈیا فلمیں ڈرامے بھی والدین کو رکاوٹ نوجوانوں کو مظلوم اور بغاوت کو آزادی دکھا رہے ہیں۔

یہ پیغام روزانہ لاشعوری طور پر بچے کے ذہن میں اثر انداز ہو تا جارہا ہے۔

قرآن کریم ہم اس سے خبردار کرتے ہوئے سورۃ الانعام کی آیت 117 میں فرماتا ہے۔

”اگر تم اکثر لوگوں کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔“

بچوں اور والدین کے درمیان فاصلے کم کرنے کے لیے والدین کو نئی زبان سیکھنی چاہیے نئے مسائل نہ سمجھیں تو بچے یہ خیال کرتے ہیں کہ والدین ہمیں سمجھ ہی نہیں سکتے۔ نتیجۃً اطاعت کے بجائے دوری ہوتی ہے۔ آج کے والدین معاشی دباؤ اور وقت کی کمی اور مصروفیت، اور ذہنی دباؤ میں مبتلا ہیں۔ جس کے نتیجے میں بچے توجہ کی کمی کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے بچوں اور والدین کے درمیان رشتہ کمزور پڑ رہا ہے۔

بہت آزادی اور بہت سختی دونوں چیزوں میں توازن بگڑتا ہے تو احترام ختم ہو جاتا ہے۔

آج والدین کی اطاعت کم اس لیے نہیں کہ بچے برے ہیں۔ بلکہ اس لیے ہے کہ محبت حکمت اور نمونہ کم ہو گیا ہے۔ بچوں کو سمجھائیں کہ اطاعت کا مطلب غلامی نہیں بلکہ محبت اور ذمہ داری ہے۔

خدا تعالیٰ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

والد کے حقوق اور تربیت میں ان کا بنیادی کردار

محترمہ منصورہ فرحت صاحبہ، مجلس بازل

اسلام اپنے معاشرتی نظام میں خاندان کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور اللہ نے انسانوں کو مختلف رشتوں میں پرویا ہے، ان میں کسی کو باپ بنایا ہے تو کسی کو ماں کا درجہ دیا ہے اور کسی کو بیٹا بنایا ہے تو کسی کو بیٹی۔ غرض رشتے بنانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق مقرر فرمائے ہیں اور ان حقوق میں سے ہر ایک کا ادا کرنا ضروری ہے۔

باہمی حقوق کے متعلق جتنی تعلیم قرآن وحدیث میں ہے اور کسی مذہب یا دنیاوی قانون میں موجود نہیں ہے لیکن ان میں دو بنیادی فرق موجود ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی ذکر ہے۔ یعنی ہر انسان پر دوسرے انسان کے بھی حقوق ہیں۔ ماں باپ کا حق ہے، بیوی کا حق ہے، خاوند کا حق ہے، بچوں کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے، پڑوسیوں کا بھی حق ہے، غرباء کا بھی حق ہے۔ ان سب کے حقوق بھی احسن رنگ میں ادا کر کے ہی انسان اللہ کے حقوق ادا کرنے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر ہم دیکھیں تو آج کل کے قوانین میں یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے کیا حقوق ہیں؟ اور وہ آپ کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

جبکہ قرآن وسنت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ پر دوسروں کے کیا حقوق ہیں۔ اب ان دونوں میں واضح فرق ہے ایک میں آپ کو حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے اور دوسرے میں حقوق حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ اب ذی شعور شخص خود ہی یہ فیصلہ کرلے کہ کونسا قانون فطرت کے عین مطابق ہے جس سے سب کے حقوق بھی ادا ہوں اور پیار و محبت کی فضا بھی قائم ہو۔

والدین صرف اولاد کو وجود میں لانے کا سبب ہی نہیں، بلکہ ان کی پرورش کا بھی ذریعہ ہیں۔ گھر کو جنت کہا جاتا ہے جہاں کوئی شخص آئے تو وہ سکون محسوس کرے اور والدین ایک گھر کو جنت نما بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ لیکن جنت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اپنے جذبات، کی، اپنی خواہشات کی، اپنے وقت کی اور صبر کے ساتھ دعاؤں کا سہارا لیتے ہوئے اللہ سے مدد کی التجاء کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنا ہوگا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دعا سکھلاتا ہے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (سورہ الفرقان:۷۵)

اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ "اس مضمون کو سمجھتے ہوئے مستقل مانگنے کی عادت ڈال لیں اور جب یہ دعا کیا کریں تو اپنے تعلقات پر نگاہ کریں کہ ان کی کیا نوعیت ہے؟ کیا آپ واقعتاً ان کو بدلنے کے لئے تیار ہیں بھی کہ نہیں۔ اگر ہیں تو کیا کوشش کر رہے ہیں اور اگر نہیں تو پھر یہ دعا کیوں مانگ رہے ہیں۔ پھر اس دعا کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔ پس اس گہری اور تفصیلی نظر سے جب آپ صداقت کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس دعا کے ذریعے اپنے معاشرتی تعلقات اور اہلی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں گے تو بلاشبہ مجھے یقین ہے کہ اس دعا کی برکتیں آپ پر آسمان سے بھی نازل ہوں گی اور زمین سے بھی اگلیں گی اور آپ کے گھر دیکھتے دیکھتے جنت نشان بن جائیں گے"۔ (خطبہ جمعہ ۶ جولائی ۱۹۹۰)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ "میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔" (ملفوظات جلد ا صفحہ ۵۶۲)

پھر اللہ قرآن میں ایک اور جگہ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے متعلق فرماتا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ۔(سورہ التحریم:۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اس آیت میں مومنین کو بالخصوص گھروں کے سربراہوں کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ چونکہ وہ اپنے اہلِ خانہ کی ہر طرح کی مادی ضروریات کے متکفل اور اُن کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہونے کی وجہ سے گھروں کے نگران مقرر کیے گئے ہیں۔ تو ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ ایسے نیک اور پاکباز ہوں کے اعلیٰ جنتوں کے وارث ہوں نہ کے جہنم کا ایندھن بنیں۔

بچوں کی نیک تربیت سے ہی ایک گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ اور اس کے لئے والدین کو خود ان کے لئے نیک نمونہ بننا ہو گا۔ اور اپنا نیک نمونہ دکھانے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

"خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔۔۔ وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔"

(ملفوضات جلد ۸ صفحہ۔۱۰۹۔۱۱۰)۔۱۳ مارچ ۲۰۱۵ الفضل ربوہ)

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔"

(ترمذی ابواب البر والصلہ باب فی ادب الولد)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اولاد کی نیک تربیت کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ " بچپن میں کردار بنائے جاتے ہیں۔ دراصل اگر تاخیر ہو جائے تو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ محاورہ ہے کہ گرم لوہا ہو تو اس کو موڑ لینا چاہئے۔ لیکن یہ بچپن کا لوہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ایک لمبے عرصہ تک نرم ہی رکھتا ہے اور اس نرمی کی حالت میں اس پر جو نقوش آپ قائم کر دیتے ہیں وہ دائمی ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لئے وقت ہے تربیت کا اور تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں اگر آپ کا کردار آپ کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔"(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۳-۲۴)

عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ تربیت کا معاملہ بھی امور خانہ داری ہی کی کوئی شاخ ہے اور چونکہ گھر کے اندر کی ذمہ داریاں خواتین ہی کے لئے مخصوص سمجھی جاتی ہیں اس لیے تربیت اولاد صرف ماں کی ذمہ داری ہے۔ مگر گھر کے اس کام کو دوسرے تمام امور پر ویسی ہی برتری حاصل ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی کائنات کی تمام مخلوق میں انسان کو حاصل ہے۔ یہ ان ذمہ داریوں میں سے ہے جن کے کرنے کا اسلام نے بہت زور دیا ہے۔ اور ماں اور باپ دونوں کو ان احکامات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث ہے کہ "حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ امام نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور مرد اپنے اہل پر نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں دریافت کیا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے آنحضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

(بخاری کتاب الجمعہ۔ باب الجمعہ فی القریٰ والمدن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "مرد کی گھر کے سربراہ کی حیثیت سے بھی ذمہ داری ہے۔ مرد کی خاوند کی حیثیت سے بھی ذمہ داری ہے۔ مرد کی بحیثیت والد کے بھی ذمہ داری ہے۔ پھر اولاد کی حیثیت سے بھی ذمہ داری ہے۔ اگر ہر مرد ان ذمہ داریوں کو سمجھ لے اور انہیں ادا کرنے کی کوشش کرے تو یہی معاشرے کے وسیع تر امن کے قیام اور محبت اور بھائی چارے کے قائم کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہی باتیں اولاد کی تربیت کا ذریعہ بن کر پُر امن اور حقوق انسانی کو قائم کرنے والی نسل کے پھیلنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ گھروں کے سکون انہی باتوں سے قائم ہو جاتے ہیں۔ آجکل کئی گھروں کے مسائل اور شکایات سامنے آتی ہیں

جہاں مرد اپنے آپ کو گھر کا سربراہ سمجھ کر، یہ سمجھتے ہیں کہ میں گھر کا سربراہ ہوں اور بڑا ہوں اور میرے سارے اختیارات ہیں، نہ اپنی بیوی کا احترام کرتا ہے اور اسے جائز حق دیتا ہے اور نہ ہی اولاد کی تربیت کا حق ادا کرتا ہے۔ صرف نام کی سربراہی ہے۔ " پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ "اگر حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے کے بعد بھی جاہل لوگوں کی طرح ہی رہنا ہے، ان مسلمانوں کی طرح رہنا ہے جن کو دین کا بالکل علم نہیں ہے، اپنے بیوی بچوں سے سے ویسا ہی سلوک کرنا ہے جو جاہل لوگ کرتے ہیں تو پھر اپنی حالتوں کے بدلنے کا عہد کر کے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" (خطبہ جمعہ ۱۹ مئی ۲۰۱۷ء)

بے شک بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ ماں کا ہاتھ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ محنت و مشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔ لیکن باپ کا بھی بہت اہم رول ہوتا ہے جس کے بغیر ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے متعدد بار اس کی تاکید فرمائی۔

مرد اپنے گھر کا رکھوالا (راعی) ہے اور اُس سے اس کی رعیت (گھر والوں) کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ بحثیت ایک باپ کے مرد کا کیا کردار ہونا چاہیئے۔

اس ضمن میں ایک شخص کی اوّلین کوشش یہ ہو کہ وہ ایک دیندار عورت سے شادی کرے جو دینی شعور رکھنے والی ہو۔ اور اس سلسلے میں مرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی ماں کو ایسی فضا فراہم کرے جو حصولِ علم کے لیے سازگار ہو۔ تربیت کے اس مرحلے میں باپ کا عملی کردار بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ایک بہت چھوٹا بچہ نہ نماز پڑھتا ہے' نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ اپنے ہاتھ سے صدقہ و خیرات کر سکتا ہے' مگر جب باپ کو عملی طور پر ان دینی فرائض کو انجام دیتے ہوئے دیکھتا ہے تو یہ چیز اس کے ذہن پر نقش ہو جاتی ہے اور جب وہ خود عمل کی عمر کو پہنچتا ہے تو باپ کے کردار کی یہی تصویر اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

تربیت کے سلسلے میں توازن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ تربیت روحانی ہو یا جسمانی، فکری ہو یا ایمانی، نفسیاتی ہو یا معاشرتی، ہر حیثیت میں بچے کی انفرادی اہمیت کو تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہ چیز جہاں اس میں عزت نفس اور اعتماد پیدا کرتی ہے وہاں آپ سے محبت کو بھی مضبوط بناتی ہے۔ ایسے باپ جو گھر میں داخل ہوتے ہی دن بھر کی تھکن اور کوفت کو اپنے اہل خانہ پر غصہ، چیخ و پکار کی شکل میں ظاہر کرتے ہیں ان کے اس رویئے کا اثر اولاد پر منفی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ تنقید برائے تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ طریق بچوں میں نفسیاتی مسائل کو جنم دیتا ہے۔

آپ اپنے اہل خانہ کو سیر و تفریح کے مواقع مہیا کریں۔ ہر طبقے کا گھرانہ اپنے ماحول اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے چھوٹی موٹی تفریح فراہم کر سکتا ہے۔ جس کے بہت سے مختلف طریق ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ تفریح کے لئے جانے سے بہت خرچ ہو جاتا ہے جبکہ یہ غلط ہے۔ ہم کبھی کبھار اپنی فیملی کے ساتھ گھر کا سادہ پکا ہوا کھانا باہر کسی پارک میں جا کر کھائیں اور ایک خوشگوار وقت گزاریں تو اس کے بے شمار مثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی فیملی کو کس طرح وقت دیتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے کے قریب لاتے ہیں۔ بچوں کو جماعتی پروگرامز میں باقاعدگی سے لے کر جانا بچوں کو جماعت اور خلافت سے جوڑتا ہے۔

بچوں کے سامنے ماں اور ماں کے گھر والوں کو عزت اور وقار دیں۔ اگر آپ کا رویہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ ہتک آمیز ہے تو کل کو یہی بچے آپ کے رشتہ داروں سے بھی یہی رویہ اپنا سکتے ہیں، اور آئندہ جب وہ بچے بڑے ہوں گے تو اپنے گھر میں بھی یہی رویہ رکھیں گے کیونکہ انہوں نے آپ سے یہی سیکھا ہوگا۔ جبکہ اسلام میں شادی دو خاندانوں کا ملاپ ہوتا ہے اور اس سے پیار محبت کو بڑھاوا ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ مبارک کو اگر ہم دیکھیں تو آپ کی تعدد ازدواج کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دو خاندانوں کا ملاپ ہونے سے تعلقات میں وسعت آئے گی اور تبلیغ کے زیادہ مواقع ملیں گے۔ لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ کے اپنے سسرالی رشتہ داروں سے محبت کا تعلق ہوگا۔

انبیاء کرام کے جو واقعات قرآن میں ہمیں ملتے ہیں ان پر اگر ہم گہری نظر ڈالیں تو ہمیں باپ اور بیٹے کا ایک مضبوط تعلق نظر آتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں یعقوب علیہ السلام کی گفتگو جو انھوں نے اپنے بیٹے یوسف سے کی تھی کہ بیٹا! یہ خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی طبیعت اور ان کے بھائیوں کے درمیان حسد کے جذبات کا انھیں خوب علم تھا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے اسماعیل سے خواب بیان کرتے ہوئے کی گئی گفتگو کا جو نقشہ قرآن کھینچتا ہے، اس سے باپ اور بیٹے کے درمیان دوستانہ تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

پھر والد بچوں کی تعلیم میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ بچوں کی تعلیمی مشکلات کو سمجھتے ہیں اور انھیں حل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ گھروں میں کتابیں پڑھنے کا ماحول ہو، علم کے حصول کی ہمت افزائی کی جائے، بے جا توقعات کے برعکس حقیقی علم کی طرف راہ نمائی ہو، تعلیمی مسائل کو حل کرنا، بچوں کے ساتھ خوش گوار لمحے گزارنے کی عادت ہو، تو بچوں میں اعتماد پروان چڑھتا ہے۔ صرف ان کے اسکول کے رزلٹ کا تقابل کرنے کی حد تک تعلق رکھنا، یا انھیں بات بات پر اخراجات کا احساس جتانا، تضحیک آمیز الفاظ کہنا، گھر یا خاندان کے دیگر لڑکوں لڑکیوں کی مثال دے کر غیرت دلانا یہ تربیت نہیں ہے۔

والدین بچوں کو اچھے اور برے کی تمیز سکھاتے ہیں اور ان میں اخلاقی قدریں پروان چڑھاتے ہیں۔ والد کا اہم کردار ہوتا ہے جب وہ اپنے نو عمر بیٹوں کو مخاطب کر کے انھیں صنفی احترام اور لحاظ سکھاتے ہیں۔ لڑکوں کو یہ بات ماں سے زیادہ باپ بہتر طریقے سے سکھا سکتا ہے۔ جب باپ صنف نازک کو عزت دے گا تو باپ کے کردار کو بچہ بھی اپنائے گا کیونکہ وہ اپنے باپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے تو وہی طریقہ خود بھی سیکھتا ہے۔

رسول پاک ﷺ خود گھر میں چھوٹے چھوٹے کام کرتے تھے اور اپنی بیگمات کا ہاتھ بٹانے میں کوئی عار نہیں سمجھتے تھے آپ بھی اپنے گھر میں مدد کر کے اپنے بچوں کے سامنے عملی نمونہ بنیں اور اپنے ساتھ اپنے بچوں کو بھی مصروف رکھیں، اس طرح بچوں کو گھر کے کام کرنے کی عادت بھی پڑے گی اور جب وہ بچے بڑے ہوں گے تو اپنے گھروں میں وہ بھی یہ طریق اپنائیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے والد کو عملی طور پر کرتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ بچے جب بڑے ہوں تو ان کے سامنے پیشوں سے متعلق مثبت گفتگو ہوتی رہے۔ والد بچوں کو ان کے مستقبل کے بارے میں رہ نمائی فراہم کرتے رہیں چاہے بیٹا ہو یا بیٹی، تا کہ لڑکیاں یہ محسوس نہ کریں کہ والدین کو ان کے مستقبل سے یا ان کی صلاحیت سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ صرف بیٹوں کے متعلق سوچتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں باپ کا جھکاؤ بیٹے کیطرف زیادہ اور بیٹی کیطرف کم ہوتا ہے یعنی اس میں دو طرح کے رویے پائے جاتے ہیں یہ رویے نہیں ہونے چاہییں۔ سیرت کا مطالعہ کریں تو ہمیں رسول کریم ﷺ اپنی بیٹی کے لیے چادر بچھاتے اور بیٹی کے لیے کھڑے ہوتے نظر آتے ہیں۔ والدین کی تربیت بچوں کی زندگی کی بنیاد ہوتی ہے، اور ایک والد کا مثبت و فعال کردار بچوں کو زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ ہر بچے کی ایک اپنی فطرت ہوتی ہے بچوں کے ساتھ خوشگوار ماحول میں وقت گزارنا اور اپنے بچوں کی سائکالوجی کو سمجھنا اور ان کی صلاحیتوں کو سمجھ کر درست راہ پر ان کی راہنمائی کرنا تربیت کا ایک اہم گر ہے۔۔ بچوں سے آجکل کے مختلف موضوعات پر بات کرنے سے ان کے خیالات کا آپ کو علم ہو گا اور تب ہی آپ صحیح اسلامی طریق پر حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں ان کو درست بات سمجھا سکتے ہیں۔

گھر کے مسائل میں مشاورت کرنا تربیت کا ایک اہم جزء ہے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے مسائل پر بچوں سے مشورہ کرنے کی عادت اپنائیں اس طرح وہ زندگی میں مشورہ کرنے کا سلیقہ سیکھتے ہیں۔ زندگی کے معاملات میں سنجیدگی اختیار کرتے ہیں۔ وہ سیکھتے ہیں کہ فیصلہ صادر نہیں کیا جاتا، بلکہ مشاورت کے ذریعہ کسی نتیجے پر پہنچا جاتا ہے۔

باپ کا ایک منصب اور مقام ہوتا ہے۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ والدین کے طریق تبدیل ہو گئے ہیں۔ ایک وقت تھا جب والدین کا بڑا رعب اور دبدبہ ہوتا تھا اور آج والدین اولاد کے دوست کی طرح ہیں۔ دونوں چیزیں بہت ضروری ہیں بچوں کے ساتھ دوستی بھی ہونی چاہیے لیکن درمیان میں فاصلہ بھی ہونا چاہیے۔ کیونکہ فاصلہ چھوٹے بڑے کی تمیز کی وجہ بنتا ہے اور بچوں کو احساس دلاتا ہے کہ یہ ہمارے والدین ہیں ان کا احترام ہم پر لازم ہے۔ باپ کی شخصیت کا ایک حصہ دوستی ہو سکتا ہے لیکن مکمل دوست نہیں ہو سکتا۔ مکمل دوست ہم عمر اور ہم مزاج لوگ ہوتے ہیں۔ باپ کو باپ والا کردار ہی اچھا لگتا ہے اگر اس کردار کو ختم کر دیا جائے تو پھر بچوں کی تربیت ہونا مشکل ہو جاتی ہے۔ والدین کو بچوں کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھنا چاہیے تا کہ آپ کے بچے آپ سے ہر بات بغیر کسی خوف کے کہہ سکیں۔ کہ آپ کے بچے کیا کر رہے ہیں ان کا ملنا جلنا کن کے ساتھ ہے آپ کو خبر ہو ان کو صحیح اور غلط کی پہچان کرنا سکھائیں۔ بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا کریں تا کہ ان کے اندر حالات کے مطابق فیصلہ کرنے کی قوت پیدا ہو سکے اگر کبھی کوئی غلط فیصلہ ہو جائے تو ان کا ساتھ دیں نا کہ لعن طعن کرنا شروع کر دیں اس سے ان کی شخصیت مسخ ہو جائے گی۔ بچوں پر بے جا پابندیاں نہ لگائیں کہ وہ باغی ہو جائیں اور نہ ہی اتنی آزادی دیں کہ آپ غافل اور وہ تباہ ہو جائیں۔ بچوں سے بے جالاڈ پیار کرنا ہر خواہش کو پورا کر دینا ان کو ضدی اور خود سر بنا دیتا ہے اعتدال بہت ضروری ہے۔

بہت سارے ایسے باپ ہیں جو اپنے لڑکپن سے باہر نہیں نکل پاتے وہ اس چیز کو محسوس نہیں کرتے کہ ہمارے بچے ہو گئے ہیں ان کو باپ کی ضرورت ہے وہ زیادہ وقت اپنے دوستوں اور محفلوں میں گزارتے رہتے ہیں۔ یہ اپنی نسل کے ساتھ دھوکہ ہے۔ پیسہ وسائل تربیت نہیں کرتے تربیت خود کرنی پڑتی ہے۔ جو ذمہ داری باپ کی ہے وہ اسے ہی ادا کرنی ہے تربیت کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے صرف والدین کی صورت میں انسان کو ہی دیا ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں "تمہارا اپنے والدین کے ساتھ سلوک وہ کتاب ہے جس کو تمہارے بچے پڑھ کے سنائیں گے۔"

والدین میں یہ شعور ہونا چاہیے کہ بچے بڑے ہو رہے ہیں وہ ہمیں دیکھتے ہیں۔ بچوں نے سب سے زیادہ ہم کو رول ماڈل کے طور پر دیکھنا ہوتا ہے۔ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی عزت کے پاسدار ہوتے ہیں اگر ماں بچے کو نہیں بتاتی کہ تمہارے باپ کا کیا مقام ہے اور باپ یہ نہیں بتاتا کہ تمہاری ماں کا کیا مقام ہے تو بچے عزت نہیں کریں گے۔ بہت ساری مائیں غصے میں باپ کی برائیاں بچوں کے سامنے بیان کر رہی ہوتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے باپ کی عزت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر بچہ باپ کی عزت نہیں کرتا تو اس میں گھر اور مستقبل دونوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں اس حقیقت کو جان لیں کہ ہم نے اپنے رویے سے ایک دوسرے کی عزت کروانی ہے تو پھر ہی بچوں کی صحیح تربیت ہو پائے گی۔ اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے کہ والدین کے بچوں کی شخصیت پر اثرات پڑتے ہیں تو ہونا یہ چاہیے کہ اپنی شخصیت میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں۔

بچوں کے سامنے آپس کے جھگڑوں سے اجتناب کرنا چاہیے والدین کے مابین مسلسل تصادم سے بچے مایوسی، کمتری کا شکار اور حسنِ اخلاق سے عاری ہو جاتے ہیں ایسے میں بچے باوقار شخصیت کا مالک بننا ممکن نہیں رہتا بچوں کو پرسکون ماحول مہیا کریں تاکہ بچوں کی اچھی ذہنی نشوونما ہو سکے۔

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ "ہر بچے کی نظر میں ان کے ماں باپ ان کے رول ماڈل ہوتے ہیں اگر ان دونوں کے تعلقات آپس میں بہتر نہیں ہوں گے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان کی چھاؤں تلے جو اولاد پروان چڑھ رہی ہے وہ ذہنی دباؤ اور نفرتوں سے پاک ہے۔

(انوار العلوم جلد ۹ منہاج الطالبین)

تربیتِ اولاد کی ضرورت واہمیت قرآن وحدیث سے ایسے ہی واضح ہے جیسے یہ کوئی فرض بات ہے اور فرض کی بجا آوری ہر حال میں ضروری ہوا کرتی ہے۔ کچھ عرصہ پیچھے اگر ہم جائیں تو آپس میں رابطہ کے ذرائع محدود تھے اس لئے بدیوں اور گناہوں کی بھی حدود تھیں۔ دوسرے اکثر و بیشتر خیر شر پر غالب ہوتا یعنی برائی کو برائی سمجھا جاتا اور باعث فخر خیال نہیں کیا جاتا تھا مگر اِس دجالی فتنہ کے زمانہ میں الیکٹرانک میڈیا اور نشرو اشاعت کے ذرائع ایسی خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کی تشہیر چند منٹوں میں تمام دنیا میں ہو جاتی ہے۔ اور اکثر برائی کو برائی سمجھا ہی نہیں جاتا جو کے زیادہ خطرناک بات ہے۔ ایسے حالات میں والدین کی ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "صالح آدمی کا اثر اس کی ذریت پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔۔۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں بچہ تھا بوڑھا ہوا میں نے کسی خدا پرست کو ذلیل حالت میں نہیں دیکھا اور نہ اس کے لڑکوں کو دیکھا کہ وہ ٹکڑے مانگتے ہوں۔ گویا متقی کی اولاد کا بھی خدا تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے، لیکن حدیث میں آیا ہے ظالم اپنے اہل وعیال پر بھی ظلم کرتا ہے کیونکہ ان پر اس کا بد اثر پڑتا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۱۷۔۱۱۸ جدید ایڈیشن مطبوعہ قادیان ۲۰۰۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور نیکی پر قائم رہنے والوں کی اولاد در اولاد اور نسلوں کی بھی حفاظت فرماتا ہے اور انہیں نوازتا ہے بشرطیکہ وہ اولاد اور نسل بھی نیکی پر قائم رہنے والی ہو۔"

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "دیکھو یہ باتیں نری زبانی جمع خرچ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنا پڑتا ہے۔ نیکیوں کو جاری رکھنا پڑتا ہے جو اپنے آباء کی نیکیاں ہیں۔ پس نیکوں کی نسل ہونا، ولیوں کی نسل ہونا، بزرگوں کی نسل ہونا بھی اُسی وقت فائدہ دیتا ہے جب خود بھی نیکیوں پر انسان قائم ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو"۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۶ء)

قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں ہم کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہمارا کردار ان تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں۔ اور ہم اپنی نسل کو کیسا ماحول فراہم کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اپنی بتائی ہوئی راہوں پر چلنے کی توفیق دے اور ہم اس معاشرہ میں ایک کارآمد نسل کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں۔ آمین

دور رہ کر والدین سے مضبوط تعلق قائم رکھنا

محترمہ زاہدہ ناہید چوہدری صاحبہ، مجلس آرگاؤ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک بلکہ خوب سے خوب تر۔ ان ہی نعمتوں میں سے ایک نہایت اعلیٰ اور ارفع تحفۂ خداوندی جو ہمیں عطا کیا گیا ہے، وہ ہمارے والدین ہیں۔ اسلام میں والدین کے حقوق کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک، ادب اور اطاعت پر بار بار زور دیا گیا ہے۔

آج کل دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ تعلیم، روزگار اور بہتر مستقبل کی تلاش میں لاکھوں لوگ اپنے وطن اور اپنے والدین سے ہزاروں میل دور جا بسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ جدید ٹیکنالوجی نے فاصلے کم کر دیئے ہیں مگر جذباتی دوری آج بھی ایک بڑا چیلنج بنی ہوئی ہے۔ پردیس میں رہتے ہوئے والدین سے دُوری صرف جسمانی نہیں ہوتی بلکہ اگر توجہ نہ دی جائے تو یہ دلوں کی دوری میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔

اس ضمن میں یہ بات سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ والدین کے ساتھ تعلق کوئی عام رشتہ نہیں، بلکہ یہ محبت، قربانی اور دُعا سے جُڑا ہوا رشتہ ہے۔ والدین وہ ہستیاں ہیں جن کی دعائیں انسان کے لیے ڈھال بھی بنتی ہیں اور سہارا بھی۔ جب انسان والدین سے دور چلا جاتا ہے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ذمہ داریاں کم ہو گئی ہیں مگر حقیقت میں یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اب والدین کو آپ کی آواز، آپ کی توجہ اور آپ کے وقت کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

والدین سے رابطہ فارغ وقت کا کام نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک مستقل عادت ہونی چاہیے۔ ہفتے میں کم از کم ایک یا دو بار ویڈیو کال اور روزانہ پیغام، واٹس ایپ یا وائس نوٹس والدین کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ آپ ان کے قریب ہیں۔ یاد رکھیں، بعض اوقات ایک منٹ کی توجہ گھنٹوں کی خاموشی سے کہیں بہتر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں کمیونیکیشن اور میسجنگ ایپس، جیسے واٹس ایپ، زوم وغیرہ کا درست استعمال فاصلے کو بہت حد تک کم کر سکتا ہے۔ خاندانی گروپس میں سرگرم رہیں، پرانی یادیں شیئر کریں۔ یہ سب چیزیں رشتے کو زندہ رکھتی ہیں۔ دُور رہ کر بھی لہجے کا احترام ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا پاس رہ کر ہوتا ہے۔

بعض اوقات بیرونِ ملک رہنے والے افراد غیر محسوس طور پر والدین سے بات کرتے ہوئے جلدی یا بے صبری کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ آپ کی مصروف زندگی والدین کے جذبات سے زیادہ اہم نہیں۔ نرم لہجہ، ان کی بات توجہ سے سننا اور ان کے احساسات کو اہمیت دینا ہی مضبوط تعلق کی بنیاد ہے۔

اگرچہ پردیس میں رہتے ہوئے آپ جسمانی طور پر اپنے والدین کے پاس نہیں ہوتے مگر مالی، جذباتی اور اخلاقی سہارا دینا اب بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ والدین کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے علاج، سہولیات اور آرام کے بارے میں باخبر رہنا، اور بہن بھائیوں و قریبی رشتہ داروں سے رابطے میں رہنا۔ یہ سب باتیں والدین کو یہ احساس دلاتی ہیں کہ آپ دور رہ کر بھی ان کے ساتھ ہیں۔

چونکہ پردیس میں رہنے والے شخص کے لیے روحانی تعلق اور بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے اس لیے نمازوں میں والدین کے لیے دعا کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ نہ صرف ثواب کا ذریعہ ہے بلکہ دلوں کو جوڑے رکھتا ہے۔ والدین کی دعاؤں کی قدر کریں اور مشکلات میں ان سے دُعا کی درخواست کرنا تعلق کو روحانی سطح پر بھی مضبوط بناتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کی کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل اور والدین کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ احساس انسان کو عاجزی اور شُکر گزاری سکھاتا ہے۔

ہر خاص موقع پر، جیسے عید اور دیگر خوشیوں کے لمحات میں، والدین کو خاص محسوس کروائیں۔ ہاتھ سے لکھا ہوا پیغام یا چھوٹا سا تحفہ ان کے دن کو

خوشگوار بنا سکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی کوششیں وقت کے ساتھ بڑے اثرات چھوڑتی ہیں۔

جتنا ممکن ہو والدین سے ملنے کا پروگرام بناتے رہیں، کیونکہ والدین کے لیے یہ جاننا کہ آپ کب ملنے آئیں گے، بذاتِ خود ایک خوشی ہوتی ہے۔ اور جب آپ ملنے جائیں تو صرف دوستوں یا سیر و تفریح کو ترجیح نہ دیں بلکہ والدین کے ساتھ وقت گزارنا اپنی اولین ترجیح بنائیں۔

پردیس میں رہنا ایک حقیقت ہے مگر والدین سے دور ہو جانا کوئی مجبوری نہیں۔ مضبوط تعلق فاصلے سے نہیں بلکہ توجہ، نیت اور عمل سے بنتا ہے۔

مؤثر رابطہ، احترام، عملی ذمہ داری اور روحانی وابستگی وہ ستون ہیں جن پر والدین اور اولاد کا رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کیونکہ اگر دل جڑے ہوں تو ہزاروں میل کی دوری بھی ایک قدم بن کر رہ جاتی ہے۔

ہم والدین کو ہمیشہ یہ احساس دلاتے رہیں کہ وہ ہمارے لیے بے حد اہم ہیں اور ہمیں ان کی سچی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدمت والدین

صحابہ کرامؓ کے اخلاق میں دوسری نیکیوں کے ساتھ والدین کی اطاعت اور خدمت کا جذبہ بھی اسلام نے بہت اعلیٰ پیمانہ پر پیدا کر دیا تھا اور اس میں کافر و مومن کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ وہ دنیوی امور میں ان کی خدمت نہایت اہتمام سے کرتے اور ان کی خوشنودی کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے۔ اور دینی امور کے سوا تعلیم کے مطابق وہ کسی بات میں بھی ان کے منشاء کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔

1

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے کھجور کا درخت بھی بہت قیمت پانے لگا تھا۔ لیکن ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زید نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا اور اس میں سے جمار نکالا۔ چونکہ اس درخت کے ضائع ہو جانے کا احتمال تھا۔ کسی نے کہا کہ جب کھجور کے درخت کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ اسے اس طرح کیوں ضائع کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری ماں کی یہ خواہش تھی اور میں حتی الوسیع اس کی فرمائش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

2

حضرت ابوہریرہ کی ماں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ آپ اسے تبلیغ کرتے رہتے تھے لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ایک روز انہوں نے تبلیغ کی تو ماں نے آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں کوئی ناشائستہ کلمات کہے۔ اور کوئی ہوتا تو نتیجہ نہایت خطرناک نکلتا۔ جیسا کہ بعض دوسرے واقعات سے ظاہر ہے لیکن ماں تھی اس لیے آپ نے صبر کیا۔ تاہم دل پر اس قدر چوٹ لگی کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت دے۔

خدمت والدین۔ جماعت احمدیہ مسلمہ عالمگیر

میرے والدین کے ساتھ میری بہترین یاد

محترمہ فرح دیبا صاحبہ، مجلس برن

والدین کے ساتھ گزارا ہر لمحہ ہی یادگار ہوتا ہے، مگر کچھ یادیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی شخصیت، سوچ اور ایمان پر گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ میرے والدین کی محبت، قربانی، خلوص اور دین سے وابستگی نے میری زندگی کو جس طرح سنوارا ہے، وہ الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں۔ ان کے ساتھ گزارے گئے بے شمار حسین لمحات میں سے چند ایسے ہیں جو آج بھی میرے دل کو روشنی بخشتے ہیں اور میرے ایمان کو تازہ کر دیتے ہیں۔

باباجان کی محبت اور خیال رکھنے کی عادت

میرے والد بشارت احمد مرحوم، جنہیں ہم پیار سے باباجان کہتے تھے، ہماری چھوٹی سے چھوٹی خواہش کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دل میں کوئی موسمی پھل یا سبزی کھانے کی خواہش آتی، اور ہم سوچتے کہ آج باباجان سے کہیں گے۔ مگر حیرت انگیز طور پر وہ بنا کہے ہی وہی چیز لے آتے۔ جب ہم پوچھتے کہ آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے، تو مسکرا کر کہتے:

"بس بیٹا! میں بازار گیا تو اللہ نے میرے دل میں ڈال دیا کہ آج یہی چیز لے جاؤں۔"

ان کا یہ جملہ آج بھی میرے دل کو چھو جاتا ہے اور مجھے یہ احساس دلاتا ہے کہ سچے دلوں کو اللہ تعالیٰ خود راہ دکھاتا ہے۔ باباجان کی یہی محبت اور شفقت ہمارے بچپن کی سب سے خوبصورت یاد ہے۔

والدہ کی نرمی، احسان اور درگزر کی تعلیم

میری والدہ محترمہ امتہ المتین صاحبہ بے حد پیار کرنے والی، نرم دل اور احسان کرنے والی خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے، آمین۔ میں نے بچپن ہی سے دیکھا کہ امی نہ صرف اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھتی تھیں بلکہ سسرال والوں کے لیے بھی ہمیشہ دعاگو رہتیں۔ ہر ایک کو بہتر مشورہ دیتیں، کسی کا نقصان نہ چاہتیں، اور اگر کوئی برا بھلا کہہ بھی دیتا تو کبھی گلہ نہ کرتیں۔ ہم کبھی کہتے کہ جن کا آپ خیال کرتی ہیں وہ تو آپ کی پرواہ نہیں کرتے، تو امی فوراً روک دیتیں اور کہتیں:

"ایسے نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ درگزر کو پسند کرتا ہے، اس لیے درگزر کرو۔"

امی نے ہمیں سکھایا کہ انسانیت، محبت اور درگزر ہی اصل اخلاق ہیں۔ یہ الفاظ آج بھی میرے دل میں گونجتے ہیں اور زندگی کے ہر کٹھن موڑ پر صبر، تحمل اور برداشت کا راستہ دکھاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ اور خلافت سے وابستگی—ایمان افروز یادیں

میرے والدین کی زندگی کا سب سے روشن اور نمایاں پہلو جماعت احمدیہ اور خلافت سے ان کی گہری وابستگی تھی۔ یہ محبت محض زبانی دعوؤں تک محدود نہ تھی بلکہ ان کے ہر عمل سے جھلکتی تھی۔ چندوں کی بروقت ادائیگی، وصیت کی تحریک میں پورے گھر کو شامل کرنا، مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور شدید گرمی میں بھی تعمیراتی کام کی نگرانی کرنا—یہ سب ان کے خلوص اور قربانی کے زندہ نمونے تھے۔ باباجان مزدوروں کے کھانے پینے کا انتظام ذاتی خرچ سے کرتے اور کبھی جماعت سے کسی خرچ کا مطالبہ نہ کیا۔

امی بطور سیکرٹری تربیت اپنی ذمہ داریاں نہایت اخلاص سے ادا کرتیں۔ ریجنل میٹنگز کے لیے لوکل صدر صاحبہ کے ہمراہ دور دراز علاقوں کے سفر کرتیں۔ باباجان خود گاڑی چلا کر لے جاتے، پورا دن بخوشی دورہ کرواتے۔ اسی طرح باباجان بطور صدر حلقہ بھی جماعتی خدمت انجام دیتے رہے۔ ضلع کی ماہانہ میٹنگ ہو یا کسی مرکزی مہمان کی آمد—تمام مہمانوں کی

ضیافت ہمارے گھر پر ہوتی۔ امی کبھی مہمان نوازی میں کمی نہ آنے دیتیں اور بابا جان کبھی جماعت سے اس کا معاوضہ طلب نہ کرتے۔

خلافت سے محبت ہمارے گھر کے ماحول میں رچی بسی تھی۔ پورا گھر مہینے میں دو مرتبہ پیارے آقا کی خدمت میں خط لکھا جاتا، جمعہ کا خطبہ نہایت ادب اور توجہ سے لائیو سنا جاتا اور دن بھر ایم ٹی اے کے روح پرور پروگراموں سے استفادہ کیا جاتا۔ جماعتی خدمت کے لیے والدین ہر وقت تیار رہتے اور ہمیں بھی یہی تلقین کرتے کہ دین کی خدمت کو دنیاوی مفادات پر ہمیشہ مقدم رکھو۔ یہ سب ایمان افروز لمحات آج بھی میرے دل میں چراغ کی طرح روشن ہیں۔

والدین کی نصیحتیں—زندگی بدل دینے والے اصول

میرے والدین کی پیاری نصیحتیں میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں :

دل میں انسانیت کے لیے محبت رکھنا

کبھی کسی کا برا نہ چاہنا

حق تلفی نہ کرنا

دوسروں کی مدد اور احساس کرنا

بڑوں کی عزت و احترام کرنا

ہر کام ایمانداری سے کرنا

ہمیشہ سچ بولنا

جماعتی خدمت کے لیے ہر مصیبت اٹھانے کے لیے تیار رہنا

یہ اصول صرف نصیحتیں نہیں، بلکہ وہ عملی نمونہ تھے جو والدین نے اپنی زندگی سے ہمیں دکھایا۔

میرے والدین کے ساتھ گزاری گئے لمحات صرف جذباتی نہیں بلکہ روحانی سرمایہ بھی ہیں۔ ان کی محبت، تربیت، قربانی اور دین سے وابستگی نے مجھے وہ راستہ دکھایا جو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ والدین کے ساتھ گزری یہ حسین یادیں محض ماضی کی کہانیاں نہیں بلکہ میری روح کی غذا ہیں۔ ان کی محبت، قربانی اور خلافت سے وفاداری میرے لیے زندگی کا وہ روشن چراغ ہے جو ہر اندھیرے میں مجھے راہ دکھاتا ہے۔ اِس ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ والدین کی خدمت اور دین سے وابستگی ہی اصل کامیابی اور دائمی سکون کا ذریعہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے والدین کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی دعاؤں کا سچا وارث بنائے، ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے، ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے، خلافت سے مضبوط تعلق پر ہمیشہ قائم رکھے اور جماعت احمدیہ کے لیے مفید وجود بنائے۔ آمین

Funzone

ایک پڑوسن نے دوسری پڑوسن سے ایک کتاب پڑھنے کے لیے مانگی۔ دوسری پڑوسن: بہن میں کتاب دیا نہیں کرتی، آپ یہاں بیٹھ کر جتنی چاہیں پڑھ لیں۔ چند روز بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر گئی اور جھاڑو مانگی۔ پہلی نے کہا: بہن میں کسی کو جھاڑو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر میں دے دیجیے۔

ایک شخص (ٹیلی فون پر) کون بول رہا ہے؟

جواب آیا: میں بول رہا ہوں۔

پہلا شخص: کتنی عجیب بات ہے، ادھر بھی میں ہی بول رہا ہوں۔

قومی ترانہ

بچہ (والدہ سے) امی! آج سکول میں ایک تقریب تھی اور سب نے مجھے گانا گانے کے لیے کھڑا کر دیا۔

والدہ: شاباش، پھر تم نے کیا کیا؟

بچہ: امی! میں نے بھی قومی ترانہ پڑھ کر سب کو کھڑا کر دیا۔

ایک دوست کافی عرصے بعد اپنے دوست سے ملنے گیا، ملاقات کے دوران اچانک اس نے کہا: ارے یار! تمہارا وہ طوطا کہاں گیا جو ہر وقت باتیں کرتا رہتا تھا؟

اس کے دوست نے جواب دیا: بھئی کیا بتاؤں، میری شادی کے بعد وہ بے چارہ شکستہ دل ہو کر اڑ گیا۔

وہ کیوں؟

دوست نے جواب دیا: وہ بے چارہ باتیں کرنے میں بیگم کا مقابلہ نہ کر سکا۔

فیاض (ارسلان سے) تم کون سی جماعت میں پڑھتے ہو؟

ارسلان: میں نے ایم بی بی ایف کر رکھا ہے۔

فیاض: ارے یہ کون سی ڈگری ہے، میں نے پہلے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔

ارسلان: بھائی یہ نالائق طالب علموں کو ملتی ہے، اس کا مطلب ہے میٹرک بار بار فیل۔

ٹریفک وارڈن (ڈرائیور سے) میں نے جب ہاتھ ہلایا تو تم رکے کیوں نہیں؟

ڈرائیور: میں سمجھا آپ مجھے سلام کر رہے ہیں۔

نیکی کر دریا میں ڈال

ایک شخص نے کسی کنجوس آدمی سے مسجد کے لیے چندہ مانگا تو کنجوس نے فوراً دس ہزار کا چیک نکال کر دے دیا۔

چندہ مانگنے والے نے کہا: جناب! اس پر دستخط بھی کر دیجیے۔

کنجوس آدمی بولا: ہم نیک کاموں میں اپنا نام ظاہر نہیں کرتے۔

دلچسپ پہلیاں

دبلی پتلی سی اِک رانی
اوپر آگ اور نیچے پانی
منہ چومو تو شور مچائے
بات کرو تو چپ ہو جائے
جواب:حقّہ

بہت بڑا سا ایک پیالہ
جیسے کوئی کمرا گول
ختم نہ ہوگا اِس کا پانی
پیتے جاؤ ڈول کے ڈول
جواب:کنواں

نازک نازک سی اِک گڑیا
کاغذ کے سب کپڑے پہنے
دھاگے کے سب زیور گہنے
سیدھی جائے، مڑتی جائے
پری نہیں، پر اڑتی جائے
جواب:پتنگ

میری پہیلی بوجھو گے تم
ایک انچ چڑیا، دو گز کی دم
جواب:سوئی دھاگا

دنیا میں ہیں ہم دو بھائی
بھاری بوجھ اٹھانے والے
پاؤں تلے دب جانے والے
لیکن یہ ہے بات نرالی
دن بھر تو ہم بھرے ہوئے ہیں
رات آئے تو بالکل خالی
جواب:جوتے

بات انوکھی کیا کوئی جانے
اِک ڈبیا میں سینکڑوں دانے
میٹھے میٹھے، رنگ رنگیلے
رس بھرے، رس دار، رسیلے
کوئی چوسے، کوئی چبائے
بچّہ بوڑھا ہر اِک کھائے
جواب:انار

کھیر (Kheer)

4-5 افراد

اجزاء

- دودھ—1 لیٹر (کم چکنائی والا بہتر ہے)
- چاول—½ کپ (باسمتی یا چھوٹے دانے)
- چینی—4 سے 5 کھانے کے چمچ (حسبِ ذائقہ)
- الائچی—3–4 (پسی ہوئی)
- بادام—10–12 (باریک کٹے ہوئے)
- پستہ—8–10
- عرقِ گلاب—1 چائے کا چمچ

طریقہ

چاول کو اچھی طرح دھو کر 20–30 منٹ کے لیے بھگو دیں۔ پھر ہلکا سا موٹا پیس لیں (یہ کھیر کو گاڑھا اور کریمی بناتا ہے)۔ ایک دیگچی میں دودھ ڈال کر درمیانی آنچ پر اُبالیں۔ جب اُبال آجائے تو آنچ ہلکی کر دیں۔ اب بھیگے ہوئے چاول دودھ میں شامل کریں اور مسلسل چمچ چلاتے رہیں تاکہ چاول نیچے نہ لگیں۔ 20–25 منٹ تک ہلکی آنچ پر پکائیں۔ چاول نرم ہو جائیں اور کھیر گاڑھی ہونے لگے تو اگلا مرحلہ کریں۔ چینی، الائچی اور آدھے خشک میوہ جات شامل کریں۔ مزید 5–10 منٹ پکائیں۔ جب کھیر مطلوبہ گاڑھاپن حاصل کر لے تو چولہا بند کر دیں۔ آخر میں عرقِ گلاب شامل کریں۔

پیش کرنے کا طریقہ:

- کھیر کو مکمل ٹھنڈا کر کے فریج میں رکھ دیں
- اوپر سے بادام اور پستہ ڈال کر پیش کریں

کھیر صرف ایک میٹھا نہیں بلکہ روایت اور محبت کی علامت ہے۔ سادہ انداز میں تیار کی گئی یہ کھیر گھر کے ماحول میں خوشی اور اپنائیت پیدا کرتی ہے۔